AL-AẒVĀ الاضواء
ISSN 2415-0444; E- ISSN 1995-7904
Volume 34, Issue, 52, 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan.

مجید امجد کی شعری اساطیر (مذہبی تناظر میں)

Majeed Amjad Poetry in Islamic Perspective

*نوشین نصراللہ
**محمد سلمان بھٹی
***محمد امجد عابد

Abstract:
Majeed Amjad has an outstanding status in modern Urdu Poetry. Majeed Amjad's poetry not only deals with the by brid topics of experiences about structurism but also it refers to the myths. It makes Majeed''s poetry unique. There are a lot of Hindi and Islamic myths in Majeed's poetry. In this article, mythical innovations and research has been mainly discussed. The stock of Urdu literature is over-whelmed with myths. If it is keenly observed. Wetter it is prose or poem, it is enriched with myths. From old poets like Masood Saad Salman to the recent poets of Urdu. literature, everyone has shown love for myths. In this modern era of technology man is inevitable to keep himself away from the love of ''story.
Key Words: *Majeed Amjad, History, Urdu Poetry, Poetry in Islam*

شاعر اپنی شاعری کو موثربنانے کے لیے مختلف تشبیہات، استعارات ، علامات، تلمیحات اور اساطیر کے ذخیرے کو بخوبی استعمال میں لاتے ہیں۔ جو بات نثر میں کہنے کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہوتے ہیں ، شاعری میں وہی بات علامات اور اساطیر کی مدد سے چند لفظوں میں بیان کر دی جاتی ہے۔ شاعری میں اساطیر کی اہمیت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔اگر اُردو شاعری کی تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اُردو کے اوّلین شاعر

سے لے کرتاحال تمام شعرأ نے کسی نہ کسی سطح پر اپنی شاعری میں اساطیر کا استعمال ضرور کیاہے۔ معدودے چند شعرأ کے شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو جو اساطیر کے خزانے سے تہی دست رہا ہو۔ انسان ازل سے ہی کہانی کا دلدادہ ہے اور اسی کہانی کہنے اور سننے کے فن نے انسان کے اندر اساطیر کی محبت اور اہمیت کو زندہ بھی رکھاہے۔یہی وجہ ہے کہ اُردو شعراء نے اپنے مزاج کے مطابق اُردو شاعری کے دامن کو اساطیر سےمالا مال کیا ہے اور یوں کہانی کہنے اور سننے کا فن بدلتے دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتے ہوتے دور حاضر کے انسان تک پہنچ چکا ہے۔ انسان کے تخیل آمیز ماحول سے کہانی کا جوسلسلہ شروع ہوا تھا وہ طویل مسافت طے کر تے ہوئے ادب میں کبھی صنعتی انقلاب، کبھی رومانوی تحریک، کبھی ترقی پسند تحریک، کبھی حلقہ اربابِ ذوق، کبھی جنگ آزادی، کبھی تقسیم ہند ،کبھی جدیدیت و مابعد جدیدیت اور کبھی ساختیات و پس ساختیایات جیسےپر پیچ رستوں سے گزرا ہے۔ اس سےتو انکار نہیں کہ دنیا اب گوبل ولیج بن چکی ہے۔لیکن پھر بھی اساطیر کی اہمیت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔آج کا انسان بھی اساطیر سے جڑا ہے ،اُس کے سحر میں گرفتارہے۔ اپنی جبلت کی وجہ سے آج کا انسا ن بھی کہانی بنانے، سننے اور سنانے سے اتنی ہی محبت رکھتا ہے جتنا کہ قدیم دور کاانسان رکھتا تھا۔ جدید دَور کا انسان بھی اظہارِ خیال کے لیے اپنے ماضی سے رجوع کرتا ہے اور اسطورہ کی مدد سے اپنے فن کو تراشتاہے اور اس میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ اساطیر کی اہمیت اور کشش آج کے شاعر کو بھی اپنی جانب متوجہ کیے ہوئےہے۔ اور یہی وہ وجہ ہے کہ آج بھی اُردو شاعری میں اساطیر کی روایت صحت مند انداز سے موجودہے۔

ادب کی تخلیق کاتانا بانا معاشرے سےجڑا ہے اور اسی بناء پر ادیب یا شاعر اپنے سماج کے سیاسی، معاشرتی، معاشی، تہذیبی و مذہبی نظریات سے متاثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو فطرتِ سلیم پر

پیدا کرتا ہے لیکن اُس کے والدین جس مذہب کے پیروکار ہوتے ہیں پیدا ہونے والا بچہ بھی اُنہی مذہبی افکار کو اپناتا ہے اور یہ امر فطری ہے۔اسی طرح شاعربھی اپنی افتاد طبع کے ذہنی رجحان اور طبعی میلان کے تحت اپنی شاعری کا رُخ واضح کرتا ہےاور اپنی باطنی کیفیات کے اظہار کے ساتھ اپنے اردگرد کی خارجی دنیا کے مسائل بھی بیان کرتا ہے۔ یوں وہ باطنی ، ظاہری و خارجی امتزاج کو بیان کرنے کے لیےکچھ علامتیں بھی وضع کرتا ہے اور یہ علامتیں وہ اپنے سماج اور مذہب سےبھی اخذ کرتا ہے۔ علامتیں بسا اوقات ابہام پیدا کرتی ہیں جب کہ اساطیربسا اوقات ان ابہام کی نفی کرتی ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب مختلف افکار و نظریات کے حامل ہیں ۔اور اگربنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان مذاہب میں سے اسلام ہی واحد آفاقی مذہب ہے۔ اسلامی روایات کے حوالے سے جو اساطیر ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے زیادہ تر کا ماخذ قرآن و حدیث ہے جس کے بعد اُن اساطیر میں کسی بھی قسم کا ابہام باقی نہیں رہتا۔اب اگر اُردو شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو کم و بیش تمام شعراً کے ہاں اسلامی اساطیر کا ذخیرہ دکھائی دیتا ہے۔ اسلامی نکتہ نظر کے مطابق اللہ وحدہ لا شریک ہے وہ اس جہانِ کاف و نون کا مالک کل ہے۔ ایک پتا بھی اُس کے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو تخلیق کیا ہے اوردنیا میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءکرام کو مبعوث فرمایا۔ ان پر الہامی کتابیں اور صحیفے بھی اتارے۔ آپ صلی اللہعلیہ وآلہٖ وسلم آخری نبی ہیں اور قرآن آخری الہامی کتاب جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے ۔ قرآن مجید میں پہلی قوموں کے قصے بھی بیان کیے گئے ہیں تاکہ اہلِ ایمان ان سے عبرت اور سبق حاصل کریں۔ قرآن میں اساطیر الاوّلین کا لفظ موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اساطیر اپنے اندر معنی کا ایک جہان فکر آباد کیے ہوئے ہیں اور اُردو شاعری میں ہمیں اسی وجہ سے اسلامی اساطیر کا ایک وافر ذخیرہ ملتا ہے جو اس بات کا غماز ہے کہ مختلف شعراٗ کے ہاں اسلامی تہذیب کے افکار موجود ہیں جن کا اظہار وہ اپنی شاعری کے ذریعے کرتے ہیں اور جس کی بناء پر ہمیں اُردو شاعری کا دامن اسلامی اساطیر سے مملو

نظر آتا ہے۔اساطیر عربی زبان کا لفظ ہے یہ اسطار یا اسطورہ سے نکلا ہے سطر اس کا واحد ہے ،اسطور جمع ہے اور اساطیر جمع الجمع ہے۔

''تو بنا سکتے ہیں ہم بھی ایسی ہی باتیں، نہیں ہیں یہ ، مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی۔ '' (۱)

قرآن پاک میں بھی اساطیر الاوّلین کا لفظ مستعمل ہے جس کا مطلب ہے قدیم لوگوں کے قصے اور کہانیاں۔ اُردو زبان پر چوں کہ ہندی زبان کے اثرات بھی موجود ہیں اس لیے اساطیر کے لیے ہندی زبان میں ''دیو مالا'' اور ''علم الاصنام'' کی اصطلاحات بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ انگریزی زبان میں اسطورہ کے لیے"Myth" متھ اور اساطیر کے لیے"Mythology" میتھالوجی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مختلف لغات میں اساطیر کی تعریفیں درج ہیں۔ جن میں سے ''المنجد'' میں اساطیر کی تعریف ''الاسطورہ ، قصہ، حکایت، اساطیر۔ '' (۲) کی گئی ہے۔اگر اردو شاعری کی تاریخ پر نگاہ دوڑائی جائے تو کلاسیکی وجدید نظم دونوں اپنے اندر اساطیر کا وافر ذخیرہ رکھتے ہیں اور یہ اساطیر اپنی معنویت کے لحاظ سے اہمیت کی حامل ہیں۔اساطیر کا دائرہ کار وسعت کا حامل ہے اور یہ اُردو اصنافِ سخن غزل اور نظم کے ساتھ نثری اصناف میں بھی اپنا وجود رکھتی ہیں ۔ جدید شاعری کے ساتھ کلاسیکی عہد میں بھی ہمیں مختلف شعراء کے ہاں مذہبی اور اسلامی اساطیر جابجا دکھائی دیتی ہیں ۔اسلامی اساطیر عربی و فارسی موضوعات کی بدولت ہماری شاعری میں شامل ہوئیں جبکہ دیگر مذاہب کی اساطیر کا تعلق برصغیر میں موجود مختلف مذاہب سےبھی ہے جس سے شاعر مکمل قطع تعلق نہ کر سکے۔ کلاسیکی عہد سے اساطیر کا جڑا یہ رشتہ عہدِحاضر کے شعرا ء کے ہاں بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔اُردو شاعری میں غزل اور نظم دونوں اصناف ادب میں اساطیر کا استعمال وافر ہوا ہے۔ جن شعرا نے اپنے ہاں اسلامی یابرصغیر کے مذہبی تناظر میں اساطیر کا استعمال کیا اُن کی فہرست طویل ہے لیکن یہاں یہ مذکور نہیں کہ اُن کی اس فنی یا فکری مہارت پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ کیاجائے ۔ البتہ اُن شعراء میں سے ایک نمائندہ نام مجید امجد کا بھی ہے جنہوں نے اپنی شاعری میں

مذہبی اساطیر کو وسیع تناظرمیں استعمال کیا ہے۔اس مقالے میں اُن کی شاعری میں استعمال ہونے والی مذہبی اساطیر کا فکری جائزہ مقصود ہے ۔

مجید امجد ۲۹ جون ۱۹۱۴ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ زمانہ طالب علمی سے ہی ادبی زندگی کا آغاز ہو گیا تھا کئی سال تک جھنگ سے شائع ہونے والے رسالے ''عروج'' کے مدیر بھی رہے۔ (۳)سرکاری ملازمت اختیار کرنے کے باوجود شعر و ادب سے وابستگی قائم رہی۔ ملازمت کے سلسلے میں زیادہ تر قیام ساہیوال میں رہا اور ۱۱ مئی ۱۹۷۴ء کو ساہیوال میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔مجید امجد ایک ہمہ جہت شاعر تھے جنہوں نے غزل اور نظم دونونمیں طبع آزمائی کی۔ لیکن آپ نے نظم میں ہیت اور موضوعات کے کئی اہم تجربات کئے جنہوں ناقدین فن و ادب نے بہت اہمیت دی۔ اگر مجید امجد کو نظم کا شاعر کہا جائے تو یہ بے جا نہ ہو گا۔ مجید امجد کے ہاں جہاں اسلوب بیان میں ندرت نظر آتی ہے وہاں '' موضوعات اور ہیئتوں میں بہت تنوع نظر آتا ہے۔ رومانوی حقیقت، طبقاتی تفاوت اور جدید موضوعات پر وافر تعداد میں نظمیں ان کے ہاں موجود ہیں۔ نئی تراکیب کی اختراع کے ساتھ ہر نظم کے لیے ایک نئی ہیئت کا انتخاب بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ''(۴)مجید امجد کے کلام میں موضوعات کے تنوع اور ہیئت کے نئے تجربات کے ساتھ ساتھ اسلامی اور ہندی اساطیر کا بھی ایک مضبوط اور مربوط حوالہ ملتا ہے۔ جو اُن کے کلام کو ایک گہری معنویت عطاء کرتا ہے ۔ ان کے کلام میں اساطیر کا ذخیرہ اُردو ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے کیوں کہ یہ اساطیر ہمارے ماضی کی تہذیب و ثقافت اور شاندار روایات کو یک جنبش قلم ہمارے سامنے لا کر رکھ دیتی ہیں۔ کوئی بھی شاعر یا ادیب اپنے ماضی سے منہ نہیں موڑ سکتا ماضی کہیں نہ کہیں اس کےشعور و لاشعور کا حصہ ہوتا ہے۔ مجید امجد نے بھی گو کہ اپنے کلام میں موضوعات اور ہیئت کے نئے نئے تجربات ضرور کیے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اساطیر کے ذریعے ماضی سے جڑی کہانیوں ، داستانوں کو نظر انداز نہیں کر سکے ۔ مجید امجد کے کلام میں پائی جانے والی اسلامی اساطیر میں ، قیامت، چراغ طور، سنت ابراھیم علیہ السلام ،ردا ، زینب

رضی اللہ تعالی عنہ ،طوبی ،مٹی کا پتلا، چیونٹی ، فرعون،جبکہ ہندی اساطیر میں جادو، طلسم ، فسوں جیسی اساطیر بھی قابل ذکرہیں۔ اگلے صفحات میں مجید امجد کی شاعری میں شامل اساطیر کی مذہبی اور تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کے بعد اُن اساطیر کے حوالے سے مجید امجد کی شاعری میں اُن اساطیر کی نشاندہی کرتے ہوئے ایسے اشعار یا شعر کو نقل کیا ہے جن میں اُن اساطیر کا استعمال کیا گیاہے تاکہ ان اسلامی یا مذہبی اساطیرکو تاریخی و ثقافتی تناظر میں دیکھنے کے علاوہ ان کی فکری حیثیت کو بھی پرکھا جاسکے ۔

قیامت:

''قیامت کے لغوی معنٰی قائم کرنا، کھڑا ہونا، روز محشر مسلمانوں کے عقیدے میں وہ دن جب مردے زندہ ہو کر کھڑے ہوں گے اور حساب کتاب ہوگا۔ روزِ حساب، روز اجزا، زمانہ دراز، مدت دراز، موت، قضا، اجل۔ ''(۵)

بطور مسلمان ہم اس بات پر پختہ یقین اور ایمان رکھتے ہیں کہ یہ زندگی عارضی اور فانی ہے ہم اس زندگی میں جو بھی افعال و اعمال سرانجام دیتے ہیں ہمیں قیامت کے دن ان سب اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ قیامت ایسی گھڑی ہوگی جس میں نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ اس دن کسی کو کسی کی خبر نہ ہوگی۔ احادیث مبارکہ اور قرآن میں قیامت کا ذکر بار ہاکیا گیا ہے۔ حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمہارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا گیا اسی دن میں ان کا انتقال ہوا، اسی میں صورپھونکا جائے گا اور اسی میں لوگوں پر قیامت قائم ہو گی۔''(٦)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر جمعہ کے دن جب صبح ہوتی ہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہوجائے تو ہر جانور کی اس صبح چیخ نکلتی ہے قیامت کے خوف سے مگر جن و انس (ان کے سامنے دنیاوی کساوت اور ایمان بالغیب کے پردے میں ہیں) اس لیے یہ مستثنیٰ ہیں۔'' (۷)

حضرت لبابہ بن عبدالمنند ؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’کوئی مقرب فرشتہ، کوئی آسمان، کوئی زمین، کوئی ہوا، کوئی پہاڑ اور کوئی سمندر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن
سے نہ ڈرتا ہو۔ ‘‘(۸)

مجید امجد کی نظم دوام میں ہمیں قیامت کے دن کی منظرکے مبہم تصورات دکھائی ضرور دیتے ہیں۔جس دن آسمان روئی کے گالوں کی طرح اُڑ رہا ہوگا۔ سورج سوا نیزے پر آجائے گا، ہر طرف نفسانفسی اور افراتفری کا عالم ہوگا۔ اُس دن کسی کو بھی کسی کی پرواہ نہیں ہوگی، اُس دن ہر کوئی اپنے اپنے اعمال کی فکر میں غرق ہوگا۔مجید امجد نے اپنی نظم **دوام** میں اسی صورت کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ صورت حال کو نظم دوام کے اس شعر میں محسوس کیجیے:

کڑکتے زلزلے اُمڈے فلک کی چھت گری، جلتے نگر ڈولے
قیامت آگئی سورج کی کالی ڈھال سے ٹکرا گئی دنیا
(۹)

چراغِ طور:

طور وہ پہاڑ ہے جہاں پر حضرت موسیٰؑ اللہسے ہم کلام ہوتے تھے اور اسی ہم کلام ہونے کی وجہ سے ان کو ’’کلیم اللہ‘‘ کا لقب بھی دیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اسی طور پہاڑ پر روشن چراغ دکھائی دیئے تھے جیسے آگ جل رہی ہو اور وہ اسی آگ کو لینے جب کوہِ طور پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیغمبری کی دولت سے سرفرازکیا۔یہ معاملہ اُس وقت پیش آیا جب حضرت موسیٰ ؑ حضرت شعیب ؑ کے پاس اپنی مزدوری کی مدت پوری کر کے رخصت ہوئے تو آپ ؑ کے ساتھ آپؑ کے اہل خانہ اوربکریاں تھیں ۔ رات سرد تھی اور آپؑ مدین کی طرف جانے والا مشہور و معروف راستہ بھول گئے اور آپؑ آگ کو روشن کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن آگ روشن نہ ہوئی اس دوران آپؑ نے کوہِ طور کی جانب سے دُور چمکتی

ہوئی آگ کو محسوس کیا۔ کوہِ طور آپؑ کے مغربی سمت میں تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

''جب موسی علیہ السّلام نے اپنے گھر والوں کو کہا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے میں تمھارے پاس کوئی خبر لاتا ہوں یا بھڑکتا شعلہ لاتا ہوں تاکہ تم سینک لو۔ ''(۱۰)

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اللہ کی راہنمائی کے ساتھ ایک اچھی خبر لے کر آئے۔ جب حضرت موسی علیہ السّلام اس آگ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک سر سبز شاداب درخت میں آگ لگی ہوئی اور درخت کی ترو تازگی اور ہریالی بھی اسی طرح قائم ہے۔ تو آپ ؑ تعجب سے کھڑے ہوگئے۔ موسیٰ علیہ السّلام ''طوی'' نامی وادی میں تھے اس مقدس وادی کی تعظیم و توقیر کے لیے ان کو جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا تھا وہ رات بھی خصوصی برکت والی تھی اس نور کی برکت اور تیزی کی وجہ سے اور بصارت ضائع ہونے کے خوف سے اپنا ہاتھ اپنے چہرہ مبارک پر رکھ لیا۔ پھر اللہ نے ان الفاظ میں آپؑ کو مخاطب کیا ، ارشاد ربانی:

''یقینا میں اللہ ہوں جہانوں کا پروردگار۔ (۱۱)

ایک جگہ اور فرمایا:

''میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں بس میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔ ''(۱۲)

مجید امجد کی شاعری میں چراغِ طور اساطیر کا استعمال مجازی معنوں میں کیا گیا ہے۔ شاعر کا خیال ہے کہ اُس کے محبوب کی گلی کے چراغوں کی تابناکی ، تابندگی اور درخشندگی کوہِ طور کے چراغ سے بھی زیادہ ہے۔ نظم **"گلی کا چراغ"** میں وہ کہتےہیں:

تو جانتا ہے کسی کی گلی کے پاک چراغ
چراغِ طور سے بھی بڑھ کے تابناک چراغ (۱۳)

سنتِ ابراہیمیؑ:

حضرت ابرہیم ؑنے بتوں کو توڑا اور اپنی قوم کو ایک اللہ کی طرف بلایا کیوں کہ ان کی قوم چاند، سورج اور بتوں کی پرستش کرنے والی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں حضرت ابرہیم ؑکو بیٹے کی نعمت سے نوازا تھا۔ حضرت ابرہیم ؑنے ایک خواب دیکھا تھا جس میں وہ

اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کر رہے تھے جب اس خواب کا ذکر حضرت ابرہیم ؑنے حضرت اسماعیلؑ سے کیا تو حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا کہ آپؑ اپنے خواب کو پورا کر یں۔ آپؑ مجھے ثابت قدم پائیں گے جب حضرت ابرہیم ؑنے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السّلام کو زمین پر لٹایا اور آپؑ کے گلے پر چھری رکھی تواللہ نے حضرت اسماعیل ؑ کی جگہ زمین پر مینڈھا اتارا اور حضرت اسماعیلؑ کی جگہ مینڈھے کی قربانی ہوگئی۔ اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ پہلی قوموں میں انسانوں کی قربانی دی جاتی تھی اور یہ قربانی قدیم اور نیم وحشی قوموں کی ایک اہم تہذیبی رسم تھی گویا اس کے بعد انسانی قربانی کا سلسلہ روک دیا گیا تھا اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے االلہ تعالیٰ نے آپؑ کی اس سنت کو ہمیشہ کے لیے زندہ رکھا۔آج اگر ہم اپنے معاشرے پر غور کریں تو ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ہمیں اب پھر سنتِ ابراہیم ؑکو زندہ کرنے کی اشد ضرورت ہے اور مجید امجد بھی اسی تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم حلقوم گوسفنداں پر چھری تو چلا رہے ہیں لیکن ہماری نگاہ درد مندوں پر نہیں جاتی ہے۔ ہمارے اردگرد بسنے والے بے بس اور لا چار لوگ ہمیں نظر نہیں آتے ۔ ہم صاحبِ اسطاعت ہوتے ہوئے بھی ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری نہیں کرتے۔ ہم انسانیت کے درس کو بھول کر مادیت پرستی میں مبتلا ہو چکے ہیں ۔ اس بات کا احساس ہمارے اندر سے ختم ہو چکا ہے کہ ہمارے مال میں غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور ناداروں کا حصہ بھی رکھا گیا ہے۔قربانی کا جذبہ جو ایثار کا درس دیتا ہے ہمارے اندر ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ آج ہم اس امر کو فراموش کرچکے ہیں مجید امجد کا کہنا ہے کہ محض حلقومِ گوسفنداں پر چھری چلانے سے سنت پوری نہیں ہوتی ہےاس کےلیے ضروری ہے کہ ہمارے اندر جذبہ ایثار موجود ہو**<u>نظم" عیدالاضحی"</u>** کے اشعار پڑھیےجس میں مجید امجد سنت ابراھیمیؑ کو زندہ کرنے اور اس کی اصل روح کو محسوس کرکے عملی زندگی میں اسےاپنی ذات کا حصہ بنانے کا درس دیتے دکھائی دیتے ہیں۔وہ درس دیتےہیں کہ اگر چھری چلانی ہے تو اپنی مادی خواہشات پر چلا، اپنی ذات میں ایثار و تقوی پیدا کر:

تجھے عزیز تو ہے سنتِ ابراہیمؑ
تیری چھری تو ہے حلقومِ گو سفنداں پر
مگر کبھی تجھے اس بات کا خیال آیا؟
تری نگاہ نہیں درد درد منداں پر(۱۴)

فرعون:

مصر کے قبطی جب اپنے بادشاہ فرعون کی اطاعت میں اللہ اور اس کے نبی موسیٰ علیہ السّلام کی مخالفت میں بہت دُور نکل گئے اور اپنے کفر و عناد پر اَڑ گئے تو اللہ نے ان کو بڑے بڑے معجزے دکھائے جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی غفلت اور ناقص عقل پر ڈٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

''اور موسی نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں
زینت اور مال و دولت دیا ہے تاکہ وہ تیرے راستے سے (لوگوں کو) گمراہ کریں، اے ہمارے رب ان
کے مال تباہ کر اور ان کے دلوں کو سخت کر دے پس وہ ایمان نہ لائیں گے حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ
لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری دعائیں قبول کرلی گئی ہیں، پس تم ثابت قدم رہو اوربے علم لوگوں کے
راستے پر نہ چلو۔ ''(۱۵)

حضرت موسیٰؑ نے یہ بددعا اس وقت اللہ سے فرعون اور اس کی قوم کے لیے کی تھی جب اس کی سر کشی حد سے بڑھ گئی تھی جب اس نے تکبر کیا اور تمام معجزات کو دیکھنے کے باوجود حق سے روگردانی کر کے خود کو بڑا سمجھا۔ حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حکم دیا کہ وہ رات کی تاریکی میں یہاں سے نکل جائیں یقینا فرعون کا لشکر ان کا پیچھا کرے گا۔ فرعونی لشکر سورج کے نکلتے ہی آپؑ کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ علماء کے مطابق فرعونی لشکر تعدا د میں بہت زیادہ تھا۔ طلوع صبح کے وقت فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کے سامنے کھڑا تھا اور اب کوئی شک و شبے کی گنجائش باقی نہ رہی تھی اس خوف کے عالم میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا کہ اب ہم پکڑے جائیں گے لیکن

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ نہیں یقینا میرا رب میری رہنمائی کرے گا۔ حضرت موسیٰ ؑ دریا کی طرف بڑے تو دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور دریا کے دونوں اطراف میں بڑے بڑے پہاڑ تھے جن کو سر کرنا ممکن نہیں تھا۔ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی دریا پر مار۔ حضرت موسیٰ ؑ نے لاٹھی ماری اور دریا پھٹ گیا اس میں خشک راستے بن گئے۔

عرشوں تک ...
جس میٹھے ، مٹیالے ، شہد کی بانٹ ہے ،
اس کو نارساعا جزیاں ان پھولوں سے حاصل کرنی ہیں، جو فرعونوں
کے باغوں میں کھلتے ہیں ، (١٦)

مٹی کا پتلا / سجدہ:

انسان وہ واحد مخلوق ہے جس کو ربِ کریم نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا ہے جس کو اللہ نے بلند مرتبہ اور مقام والا بنایا ہے یہ وہی مخلوق ہے کہ جس کی تخلیق کا جب فرشتوں کو علم ہوا تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ یہ زمین میں فساد برپاکرنے والے ہوں گے لیکن اللہ نے جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو اور اسی حضرتِ انسان کے متعلق ابلیس نے کہا تھا کہ اے اللہ میں اس کوتیرے راستے سے بھٹکا وں گا اس کو اس کے نفس کا غلام بنا دوں گا لیکن اللہ نے فرمایا کہ جو میرے بندے ہوں گے وہ کبھی بھی میرے راستے سے نہیں بھٹکیں گے۔یہ وہ انسان ہے جس کے لیے اللہ نے ہمہ وقت توبہ کا دروازہ کھلا رکھاہے اور اسی انسان سے اللہ ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے اور اسی انسان کو اللہ ندامت کا ایک آنسو گرانے پر معاف کر دیتا ہے۔ اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ انسان اللہ کا نافرمان ہے لیکن وہ پھر بھی اس پر رزق کے اور اپنی رحمت کے دروازے بند نہیں کرتا ہے وہ ہمہ وقت اس کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھتا ہے۔سورۃ الحجرمیں اللہتعالیٰ نے فرمایا:

’’اور ہم نے انسان (یعنی آدم) کو کھنکھناتے، کالے
سڑے گارے سے پیدا کیا اور جان (یعنی جنوں
کے باپ) کو ہم نے اس سے پہلے ہی آگ سے پیدا کیا
اور (اس وقت کو یاد کر) جب تیرے رب نے

فرشتوں سے کہا: تحقیق میں آدمی کو کھنکھناتے ، کالے سڑے کیچڑ سے پیدا کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اس کو پورا بنالوں اور اس میں (اپنی پیدا کی ہوئی) روح پھونک دوں وہ (زندہ ہوجائے) تو اس کے لیے سجدہ میں گر جانا۔ سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شریک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے ابلیس تو سجدہ کرنے والوں میں شریک کیوں نہیں ہوا؟ اس نے کہا میں اس انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا جس کو تو نے بجنے والی کالی بدبو دار مٹی سے پیدا کیا ہے۔ ''(۱۷)

تخلیق آدم کے حوالے سے مختلف احادیثِ مبارکہ بھی ملتی ہیں۔

ارشادِ نبویؐ ہے:

''حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے تمام زمین سے ایک مٹھی لے کر آدمؑ کو بنایا اس لیے زمین کے لحاظ سے لوگ، سفید ، سرخ، سیاہ اور درمیانے درجے کے ہیں اسی طرح اچھے ، برے، نرم اور سخت طبیعت والے اور کچھ درمیانے درجے کے پیدا ہوئے۔ ''(۱۸)

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

''سدیؒ نے ابن عباس و ابن مسعود و دیگر صحابہ علہم اجمعین سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو زمین میں مٹی لانے کیلئے بھیجا تو زمین نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتی ہوں کہ تو مجھ سے کوئی کمی کرے یا مجھے عیب ناک کر دے۔ تو وہ مٹی لئے بغیر واپس چلے گئے اور کہا: اے اللہ اس نے تیرے ساتھ پناہ پکڑی، تو میں نے اس کو پناہ دے دی۔ پھر میکائیلؑ کو بھیجا، زمین نے اس سے بھی پناہ پکڑی تو اس نے بھی پناہ دے دی اور جبرائیلؑ کی طرح واقعہ بتادیا۔ اللہ نے موت کے فرشتوں کو بھیجا زمین نے اس سے بھی پناہ پکڑی، تو اس نے کہا! میں اس سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اللہ کے حکم کی تعمیل کیے بغیر واپس چلا جاؤں اور اس نے مختلف جگھوں سے سرخ، سفید اور سیاہ مٹی ملا کر پکڑی۔ جس وجہ سے آدم کی اولاد بھی مختلف رنگوں والی ہے وہ مٹی لے کر اوپر گئے اور اس کو پانی کے

ساتھ تر کیا حتیٰ کہ وہ چیکنے والی لیس دار مٹی بن گئی۔ ‘‘
(۱۹)

اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے اور شاعر کا کہنا ہے کہ یہ مٹی کا پتلا اپنے مٹی ہونے میں بھی انمول ہے اس کا کوئی مول نہیں ہے لہٰذا انسان کو اپنے اس مرتبے اور مقام کا خیال رکھنا چاہیئے اور اپنی تخلیق کے مقصد کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنی زندگی اللہ کی اطاعت اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بندگی کرتے ہوئے گزارنی چاہیے۔

اور یہ انسان
پھر کیوں مٹی کے اس ذرے کو سجدہ کیا اک اک طاقت نے؟
کیا اس کے رفعت ہی کی یہ سب تسخیریں ہیں؟
میں بتلادوں:
کیا اس کی قوت کیسی اس کی تسخیریں؟
میں بتلا دوں:
قاہر جذبوں کے آگے ، بے بس ہونے میں، مٹی کا یہ ذرا (۲۰)
اور ہمارے وجود ----
کچھ ہو ... ہر حالت میں ... اس کو پسند ہے صرف اک وہ سچائی
جو سب سے پہلے مٹی کے اک پتلے کے دل میں سہمی ہوئی
اتری تھی (۲۱)

حضرت زینب / ردا:

حضرت زینب رضی اللہتعالیٰ عنہا ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کی صاحبزادی اور حضرت حسینؓ کی بہن تھیں۔ واقعہ کربلا میں آپ رضی‌اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کے ساتھ تھیں شہادت حسینؓ کے بعد آپؓ نے ہی اپنے لٹے پٹے خاندان کی سربراہی کی۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت بعد سفاک انسانوں نے اہلِ بیت کے خیموں کا رُخ کیا جہاں پر آدھ جلے خیمے ابھی دھواں چھوڑ رہے تھے انہوں نے خاندان رسالت ﷺکی حرمت و تقدس کی دھجیاں اڑاڈالیں۔ خیموں سے اٹھنے والا دھواں جب ان کی آہ و بکا کو لے کر آسمان کی طرف اٹھا تو فضا تاریک ہوگئی اور دودھ کی سفیدی میں خونِ شہیداں کی سرخی بھی شامل ہوگئی۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت حسینؓ کا سر ابنِ زیاد کے دربار میں لے جایا گیا تو اس کے

ساتھ آپ ؓ کے اہل و عیال آپ ؓ کی بہنیں سب ابن زیاد کے سامنے لائے گئے ۔ ابن زیاد نے آپ رضی ؓ سے مخاطب ہو کر کہا:

’’تمھارے خاندان کے سرکشوں اور نافرمانوں کی طرف سے خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا یہ سن
کر آپ ؓ رونے لگیں پھر کہا بخدا مردوں کو تو نے قتل کیا خاندان کو تونے میرے تباہ کر دیا۔ شاخوں کو
تونے قطع کیا جڑ کو اکھاڑ ڈالا۔ اگر اسی سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا تھا تو بے شک تو نے ٹھنڈا کر لیا کہنے
لگا یہ عورت بڑی دلیر ہے تمھارے باپ بھی تو شاعر اور بڑے دلیر تھے آپ رضی اﷲتعالیٰ عنہا نے
کہا عورت کو دلیری سے کیا واسطہ میں کیا دلیری کروں گی جو منہ میں آگیا وہ میں نے کہہ دیا۔ ‘‘(۲۲)

جب حضرت زینب ؓ اپنے اہلِ خانہ کے سمیت یزید کے گھر پہنچیں تو آلِ معاویہ میں سے کوئی عورت ایسی نہ ہوگی جو حسین ؓ کے لئے روتی ہوئی نوحہ زاری کرتی ہوئی ان کے پاس نہ آئی ہو غرض سب نے وہاں صفِ ماتم بچھا دی۔

جہاں پہ سایہ کہاں ہے ترے مشرف کی ردا
اکھڑ چکے ہیں ترے خیمہ افگنوں کے خیام (۲۳)

چیونٹی:

حضرت سلیمان ؑ کے برگزیدہ نبی تھے آپ علیہ السّلام حضرت داؤد ؑ کے بیٹے تھے۔ حضرت سلیمان ؑ اﷲ کے پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہی بھی عطاکی تھی۔ چرند پرند اور ہوائیں بھی آپ علیہ السّلام کی مطیع تھیں۔ آپ ؑ تمام جانداروں کی زبان کو سمجھتے تھے حتیٰ کہ چیونٹی جیسے جاندار کی بولی بھی آپ ؑ کو سنائی دیتی تھی۔ اﷲ تعالیٰ نے فرمایا!

’’اور سلیمان ؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے
اور ہمیں (ضرورت کی) ہر چیز دی گئی ہے۔ یقینا یہ واضح فضل ہے۔ سلیمان ؑ پرندوں کی

بولیوں کو سمجھ سکتے تھے اور ان کے مقاصد سے
لوگوں کو آگاہ کرتے تھے۔ '' (۲۴)

کتابِ لاریب میں ارشادِ ربانی ہے:

''سلیمان علیہ السّلام کے لیے جنات و انسان اور پرندوں
میں سے ہر چیز کے لشکر جمع کیے گئے۔
پس ان کی الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی حتیٰ کہ جب
وہ چیونیٹوں کے میدان میں پہنچے تو ایک
چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس
جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری مینسلیمانؑ اور
اس کے لشکر تمہیں روند ڈالیں اس کی اس بات سے
سلیمان علیہ السّلام مسکرا کر ہنس دئیے اور دعا
کرنے لگے۔ اے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں
تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تونے مجھ پر
انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک
اعمال کرتا رہوں، جس سے تو خوش رہے، مجھے
اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل فرما ''(۲۵)

مجید امجد اپنی نظم **"چیونٹیوں کے قافلوں"** میں اسی روایت کا ذکر کرتےہیں جس میں مذکورہ فلسفہ پوشیدہ ہے :

چیو نٹیوں کے قافلوں

''چیونٹیوں کے ان قافلوں کے اندر میں وہ مفاد ہوں
جس کی آنکھوں میں جب آتی آندھیوں اور طوفانوں کی ایک خبر
اُبھرتی ہے،
تو ان آندھیوں اور طوفانوں کی آواز کو قافلے سن نہیں سکتے،
لیکن میرے دل کا خوف، جو میرے علم کی عادت ہے
ان قافلوں کے حق میں ایک ڈھال ہے۔ ''(۲۶)

جادو / طلسم / فسوں:

''طلسم: جادو، سحر، نیرنگ، حیرت میں ڈالنے والی بات، بھید، مبہم
تحریر یا تعویذ۔ ''(۲۷)

جادو ایک انتہائی گھناؤنا اور غیر اخلاقی فعل ہے ۔ جادو واقعات کو اپنی مرضی کے مطابق عمل میں لانے کو کہتے ہیں۔ جادو کی دو قسمیں ہیں ایک سفید جادو ہے اور ایک کالا جادو۔ سفید جادو اچھے

کاموں کے لیے کیا جاتا ہے اور کالا جادو برے کاموں کے لیے کیا جاتا ہے ۔ جادو کا آغاز قدیم بابل سے ہوا، جادو کے بارے میں علی عباس جلال پوری کہتےہیں کہ ’’قدیم عراق کا شہر بابل جادو کا سب سے بڑا مرکز تھا چنانچہ بابلی اور کالدی کے الفاظ جادوگری کے مفہوم میں بولے جاتے تھے۔ بابل کا جادو تمام مشرقی ممالک میں پھیل گیا۔ مسلمانوں کا جادو بھی بابلیوں سے ماخوذ ہے ۔ مسلمانوں کے یہاں علمِ روحانی کی دو قسمیں ۱۔ علوی (یزدانی)، ۲۔ سفلی (شیطانی) ہیں ۔عرفِ عام میں پہلی قسم کو سفید جادو کہا جاتا ہے جس کے وسیلے سے لوگوں کے بگڑے ہوئے کام سنوارے جاتے ہیں۔ بدروحوں کو نکالا جاتا ہے یا مُزمِن امراض کو نکالا جاتا ہے۔ اسے اصطلاح میں سمییا کہتے ہیں یعنی خدا اور اس کے نیک بندوں کی روحوں سے حلِ مشکلات کے لیے رجوع کرنا۔ کالے جادو کا مقصد لوگوں کو ایذا پہنچانا، دکھ دینا، امراض لگا دینا، جان سے مار دینا ہے۔ اس مقصد کے لیے شیطان اور اس کے چیلوں سے استمداد کی جاتی ہے۔ بابل کے علاوہ مصر قدیم، چین قدیم اور وادی سندھ کے درواڑ بھی جادو میں دسترس رکھتے تھے۔ اتھر وید میں جتنے بھی ٹونے ٹوٹکے درج ہیں وہ درواڑوں ہی سے لئے گئے ہیں۔ ‘‘(۲۸)جادو کا تعلق ہندسوں سے بھی ہے طاق اعداد کو جادو میں کافی زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ قدیم اشوری ،بابلی، سمیری تہذیب اور ہندو مت میں بھی جادو کا تصور پایا جاتا ہے۔ اسلام نے سحر سے انکار کیا ہے ۔ قرآن پاک میں تمام امراض کے لیے شفاء ہے اس لیے مسلمانوں میں بھی یہ تصور راسخ ہوگیا کہ مختلف قرآنی آیات کے تعویذ لکھ کے امراض کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے ہاں دیہاتوں میں جب بارش نہیں برستی تو مختلف ٹونے کیے جاتے ہیں ۔ کسان خاص طور پر بارش کے نہ برسنے کی وجہ سے پریشان ہو جاتا ہے کیوں کہ اس کی ساری فصل کا انحصار بارش پر ہی ہوتا ہے۔ بارش کے برسنے کے لیے ٹوٹکے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ عموماً کسی لڑاکا بڑھیا پر پانی ڈالا جاتا ہے وہ گالیاں دیتی ہے اور اس کی وجہ سے بارش برستی ہے یا کسی پیر زادے پر پانی ڈالا جاتا ہے:

''کبھی کبھار بچیاں اپنا گڈا اور گڈی لے کر نکل آتی ہیں انھیں زمین پر رکھ کر آگ لگا دی جاتی ہے اور جب دھواں
اٹھتا ہے تو اس کے گرد حلقہ باندھ کر پیٹنے لگتی ہیں۔ اس کے ساتھ آواز ملا کر گاتی جاتی ہیں:

گڈی گڈا ساڑیا
دس میاں کالیا
گڈی گڈا پٹیا
دس میاں چٹیا
کالیاں اٹاں کالے روڑ
مینہ وساو زور و زور '' (۲۹)

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جادو گروں نے ہمیشہ اپنے علم پر غرور کیا ہے اور اسی غرور کی وجہ سے وہ انبیاءؑ ، اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کو للکارتے ہیں ان کی بے حرمتی اورتوہین کرتے ہیں جادو گر خدا کی خدائی میں بھرپور دخل اندازی کی نہ صرف کوشش بلکہ دعوے بھی کرتے ہیں۔ بعض اوقات ظاہری طور پر یہ جادوگر اپنے مذموم مقصد میں کامیاب بھی نظر آتے ہیں لیکن جب اللہ والے ان کی پکڑ کرتے ہیں تو پھر ان کے پاس کوئی راستہ نہیں بچتا ہے ان کا سارا غرور و تکبر خاک میں مل جاتا ہے اور یہ اللہوالوں کے قدموں میں گڑ گڑا کر معافی کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اللہ والے صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے ہیں جب کہ جادوگر لوگوں کو اس راستے سے گمراہ کرتا ہے۔ جادو انسان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے جب کہ مذہب انسان کو امن اور سلامتی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ جادو اور مذہب میں بنیادی فرق ہے۔ مذہب ایک اٹل حقیقت جب کہ جادو محض ایک دھوکا ہے۔ کتابِ لاریب میں اللہ تعالیٰ نے جادو کا توڑ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی صورت میں بتا دیا ہے۔ مجید امجد کی نظم **''مرے خدا مرے دل''**اور **''کوہِ بلند''** میں ہمیں طلسم کا ذکر ملتا ہے اور شاعر کا کہنا بھی ہے کہ اگر وقتی طور پر اس مادیت پرست دنیا میں انسان کے قدم ڈگمگا بھی جائیں تو سنبھلنے کے بعد انسان کو اللہ ہی کی عظمت، رفعت اور بلندی نظر آتی ہے کیوں کہ مقدر اور تقدیر کا قادر اللہ رب

العزت ہے نہ کہ جادو۔مجید امجد اپنی ان نظموں میں طلسم ،جادو یا فسوں کی اساطیر کا استعمال کرتے ہیں:

مرے خدا مرے دل!

تجھے تو اس کی خبر ہے ، مرے خدا، مرے دل
کہ اس طلسم زیاں کے کسی جھمیلے میں
ذرا کبھی جو قدم میرے ڈگمگا بھی گئے،
تو ایک خیال ابد موج سلسلوں کا خیال
میرے وجود میں چنگاریاں بکھیر گیا (۳۰)

کوہِ بلند

تو ہے لاکھوں کنکریوں کے بہم پیوست دلوں کاطلسم
تیرے لیے ہیں ٹھنڈی ہوائیں ان بے داغ دیاروں کی (۳۱)

طوبیٰ:

لغوی معنی بہشت کا ایک درخت نہایت خوشبودار، اچھا، خوشگوار، نفیس، جائز، نہایت پاک، خوشخبری۔ ''(۳۲)

درخت انسانی زندگی کا اہم ترین جزو ہیں۔ انسانی زندگی کا دارو مدار درختوں پر ہے کیوں کہ انسان درختوں سے ہی آکسیجن حاصل کرتا ہے تو اس کی سانس چلتی ہے۔ درخت اور انسان کا رشتہ بہت قدیم ہے۔ جنت میں سے حضرت آدم علیہ السّلام کو نکالے جانے کا سبب بھی درخت ہی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شجر ممنوعہ قرار دیا تھا۔ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ زندگی کے اندر تمام تر تروتازگی، رونق، خوبصورتی، سرسبزی، شادابی، رعنائی، دلکشی، حُسن درختوں اور پودوں ہی کی بدولت ہے۔ پودوں پر طرح طرح کے پھول کھلتے ہیں یہ رنگ برنگے پھول ہر طرف خوبصورتی پھیلانے کا سبب بن جاتے ہیں۔ درختوں سے ہم پھل، پھول اور سایہ حاصل کرتے ہیں۔ درختوں کی لکڑی بھی ہمیں ہزار ہا فائدے پہنچاتی ہے۔ درختوں کے پتے، پھول، پھل مختلف ادویات بنانے کے بھی کام آتے ہیں۔ مختلف مذاہب میں درختوں کو پوجا بھی کی جاتی ہے ، ان پر چڑھاوے بھی چڑھائے جاتے ہیں اور ان کی لکڑی سے بت بھی تراشے جاتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام کا مقام اعلیٰ

بیری کا درخت ہے جس کو ’’سدرۃ المنتہیٰ‘‘ کہا جاتا ہے۔ مختلف تہذیبوں کے اندر ہمیں درختوں کا ذکر ملتا ہے ۔ جنت کے اندر بھی طرح طرح کے درخت ہوں گے۔

’’بہشت میں خود بھی بہت سے پھل دار درخت ہیں ان ہی میں
ایک شجر طوبیٰ بھی ہے پاک اور ہر طرح کی
کثافتوں سے منز اور مبرا۔ ‘‘(۳۳)

مجید امجد نے اپنی شاعری میں طوبیٰ کا ذکر کیا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ دنیا میں جس جگہ پر انسان کو راحت اور سکون میسر آتا ہے درحقیقت وہ جگہ اُس کو جنت کی مانند محسوس ہوتی ہے کیوں کہ جنت کا تصور بھی ایک پُر سکون اور خیر و عافیت والی جگہ کا ہے لہٰذا شاعر کو بھی اپنا مسکن ، اپنا ٹھکانا جنت کی سر سبز چھاؤں اور فضاؤں جیسا محسوس ہورہا ہے۔اُن کی نظم "گاوں" کے یہ اشعار پڑھیے:

دنیا میں جس کو کہتے ہیں گاؤں یہی تو ہے
طوبی کی شاخِ سبز کی چھاوں یہی تو ہے ‘‘(۳۴)

مجید امجد کی شاعری متنوع رنگ لیے ہوئے ہے ،جن میں سے ایک نمایاں رنگ اساطیر کا بھی ہے۔مجید امجد نے اپنی شاعری میں اساطیر کو محض ماضی کے قصے اور کہانیاں بیان کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ ان کے استعمال میں آنے والی اساطیر موجودہ صورت حال کی عکاسی بھی کرتی ہیں اور اپنے زمانے کی حقیقتوں کو بے نقاب کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، وہ اپنی شاعری سے سبق دینے کا فریضہ بھی ادا کرتےہیں ۔مجید امجد چونکہ ایک وسیع المطالعہ اور وسیع المشاہدہ شاعر تھے اور یہی وہ وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں جو اساطیرموجود ہیں وہ اپنی تہذیب کی معنویت کو بھی اجاگر کرتی ہیں اور یہی نہیں بلکہ تہذیب کے ساتھ ساتھ مختلف ادیان کا رنگ بھی ان کی شاعری میں اساطیر کی صورت میں موجود ہے۔کیونکہ

شاعر بھی معاشرے کا فرد ہوتا ہے لہذا وہ اپنے ارد گرد رونما ہونے والے واقعات اور حالات سے بھی متاثرہوتا ہے اسی وجہ سے معاشرے کی عکاسی اس کی شاعری کا ایک جزو لاینفک بن جاتی ہے اور اس صورت حال کو وہ کبھی علامت ،کبھی تلمیح اور کبھی اساطیر کی صورت میں ہمارے سامنے رکھتا ہے ۔ یہ تمام ہنر شاعری کی معنویت کو مزید بڑھا دیتےہیں ۔ان کی شاعری میں استعمال ہونے والی اساطیر سماجی برائیوں اور توہم پرستی کی قلعی بھی کھولتی ہیں ۔ مجید امجد سنت براہمی کے لیے محض حلقومِ گو سفنداں پہ چھری چلانے کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ اس بات پہ بھی زور دیتے ہیں کہ دردمندوں کا احساس بھی انسان کے اندر اجاگر ہونا چاہیے کیونکہ یہی احساس درحقیقت آدمی کو انسان کے درجہ پر فائز کرتا ہے۔وہ جادو جیسے شر سے بھی سوسائٹی کو تنبیہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ یہ راستہ سوائے تباہی اور زوال کے کچھ بھی نہیں ہے وہ اعلی اخلاقی قدوروں کو فروغ دینے کی خواہش مند دکھائی دیتے ہیں ۔مجید امجد کی شاعری میں ہمیں مذکورہ ہندی، ایرانی اور اسلامی اساطیر کے علاوہ بھی کئیں دیگر اساطیر مثلاََ کنول،دیوتا،پاتال،جبرئیل،دوزخ،روح،تقدیر،کرب وبلا،تبسم رنگیں ،لیلی دکھائی پڑتی ہیں ۔ان اساطیر کو مجید امجد نے بڑی فنی مہارت سے اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے ۔ جس سے اُن کےکلام میں فکری گہرائی اور گیرائی کے ساتھ ساتھ کشش بھی پیدا ہو گئی ہےجو انہیں دیگر ہم عصر شعرا سے مختلف ثابت کرتی ہے۔

حوالہ جات

*** پی ایچ ڈی سکالر، یونیورسٹی آ ف ایجوکیشن،لوئر مال کیمپس ،لاہور**

**** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن،لوئر مال کیمپس،لاہور**

*****لیکچرار، شعبہ اُردو ، یونیورسٹی آف ایجوکیشن،لوئر مال کیمپس،لاہور**

۱۔ القرآن، سورۃ الانفال، آیت ۳۱
۲۔ المنجد، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۶۰ء، ص ۷۰
۳۔ علی محمد خاں، ڈاکٹر، لاہور کا دبستانِ شاعری، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۲ء، ص ۴۹۹۔۴۹۸
۴۔ ایضاً ، ص ۴۹۹۔۴۹۸
۵۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات اُردو، لاہور: فیروز سنز لاہور، سن ندارد، ص ۹۶۷
۶۔ احمد بن ولید الاعظمی العراقی الحنفی، پروفیسر، قیامت کی ہولناکیاں (مترجم: مفتی محمد وسیم اکرام القادری)، لاہور: مشتاق بک کارنر،۲۰۱۳ء، ص ۱۵۳
۷۔ ایضاً ، ۱۵۶
۸۔ ایضاً ، ص ۱۵۵
۹۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ: خواجہ محمد ذکریا)، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص ۳۷۲
۱۰۔ القرآن، سورۃ النعم، آیت ۸
۱۱۔ القرآن، سورۃ القصص، آیت ۳۰
۱۲۔ القرآن، سورۃ طہٰ ، آیت ۱۷
۱۳۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ خواجہ محمد ذکریا)، ص۵۳
۱۴۔ ایضاً ، ص ۳۵۳
۱۵۔ القرآن، سورۃ یونس، آیت ۸۸ تا ۸۹
۱۶۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ خواجہ محمد ذکریا)، ص۶۶۶
۱۷۔ القرآن، سورۃ الحجر، آیت ۶ ۲ تا ۳۳
۱۸۔ حافظ عماد الدین، ابولغداابن کثیر قصص الانبیاء(مترجم: حافظ محمد عبداللہ رفیق)، لاہور: اسلامی اکادمی، سن ندارد، ص ۴۰
۱۹۔ ایضاً ، ص ۴۷۔۴۶
۲۰۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ خواجہ محمد ذکریا) ، ص۶۷۱
۲۱۔ ایضاً ، ص ۷۱۳
۲۲۔ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری، جلد چہارم، پنجم، فیس اکیڈمی، ۱۹۸۲ء، ص ۲۸۷
۲۳۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ خواجہ محمد ذکریا) ، ص۴۵۶
۲۴۔ القرآن، سورۃ النمل، آیت ۱۶

۲۵۔ ایضاً ، آیت ۱۷ تا ۱۹
۲۶۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ خواجہ محمد ذکریا) ، ص۶۳۰
۲۷۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء، ص ۶۹۱
۲۸۔ علی عباس جلال پوری، کائنات اور انسان، لاہور: تخلیقات، ۲۰۱۳ء، ص ۵۴
۲۹۔ ایضاً ، ص ۷۵۔۷۴
۳۰۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ خواجہ محمد ذکریا)، ص۴۱۷
۳۱۔ ایضاً ، ص ۴۱۷
۳۲۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز، سن ندارد، ص ۸۸۱
۳۳۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، کلاسیکی اُردو شاعری (روایتی ادارے، کردار اور علامتیں)، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص ۲۲۱
۳۴۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (مرتبہ خواجہ محمد ذکریا)، ص۸